بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پچھلے سال اسی مہینے میں آپ کو برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے وہ کارنامے سنائے گئے تھے جو اس نے سنہ ۱۸۰۴ء سے سنہ ۱۹۳۱ء تک انجام دیے ہیں۔ آج ہم اس سبق آموز داستان کا ایک دوسرا ورق پیش کرتے ہیں جو سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء اور سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء کی رپورٹوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ داستان سبق کھلانے والی ضرور ہے، مگر افسوس کہ ہم میں ابھی تک سبق سیکھنے والے پیدا نہیں ہوئے۔ کاش! سبق سنتے سنتے ہم میں سیکھنے اور عمل کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء میں اس سوسائٹی نے دنیا کی ۱۲ نئی زبانوں میں بائبل کے ترجمے شائع کئے، جن میں سے چھ زبانیں ایشیا کی ہیں چار افریقہ کی، ایک امریکہ کی اور ایک یورپ کی۔ اس طرح اُن زبانوں کی تعداد ۶۶۷ تک پہنچ گئی جن میں بائبل کے تراجم شائع ہوئے ہیں۔

ایک سال کے اندر بائبل اور اس کے متفرق حصوں کے جتنے نسخے دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کئے گئے ان کی مجموعی تعداد (۱۰،۶۱۷،۴۷۰) تھی یعنی سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء کے مقابلہ میں ۶۵ ہزار کا اضافہ ہوا۔ ممالک کے لحاظ سے اس تعداد کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

ایشیا	۶۹ ۵۰ ۰۰۰
یورپ	۱۶ ۹۰ ۰۰۰

جزائر برطانیہ	۸۵۷۰۰۰
جنوبی امریکہ	۴۹۸۰۰۰
افریقہ	۳۵۲۰۰۰
کنیڈا اور نیوفاؤنڈلینڈ	۳۱۷۰۰
آسٹریلیا	۱۷۰۰۰
نیوزی لینڈ	۳۴۰۰۰
اوشیانیا	۴۰۰۰

سب سے زیادہ اشاعت چین میں ہوئی جہاں بائبل اور اُس کے مختلف حصوں کے ۴۲ لاکھ نسخے ایک سال کے اندر شائع ہوئے۔

ہندوستان میں صرف الہ آباد کی شاخ نے جس قدر کام کیا ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک سال میں ۹۱۶۶۳۲ نسخے تقسیم کئے گئے جو ۴۰ مختلف زبانوں میں تھے۔ ۵۴ مردوں اور ۶ عورتوں نے گھر گھر پھر کر ۵۴ ہزار سے زیادہ نسخے فروخت کیے۔ یونیورسٹیوں کے امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو ۲۹۲ نسخے مکمل بائبل کے اور ۴۹۹ نسخے جدید عہد نامہ کے مفت دیے گئے۔ اور ۴۵۴۹ روپے کے عطیے بائبل سوسائٹی کی امداد کے لئے وصول ہوئے۔

الہ آباد کی شاخ ۱۸۴۵ء میں قائم ہوئی تھی پہلے سال اس نے تقریباً ۱۰ ہزار نسخے شائع کئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ تعداد ۴۹ ہزار تک پہنچی۔ اور سنہ ۱۹۲۰ء میں ساڑھے چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۵۰ سال کی مدت میں صرف اس شاخ سے بائبل کے جو نسخے شائع ہوئے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد ۷۷ لاکھ سے زیادہ ہے۔

اب سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء کی روداد سنیے۔

تمام دنیا میں ۱۰۹۳۳۲۰۳ نسخے شائع ہوئے جو بمقابلہ سال گذشتہ کے ۴ لاکھ زیادہ تھے۔ ممالک کے لحاظ سے تقسیم حسب ذیل ہے۔

۱- یورپ	۱۵۸۹۰۰۰	مغربی یورپ	۱۰۳۴۱۱۴
		وسطی یورپ	۳۰۸۰۰۰
		شمالی مشرقی یورپ	۷۵۰۰۰
		جنوبی مشرقی یورپ	۱۷۱۰۰۰
۲- ایشیا	۶۷۰۸۰۰۰	چین	۳۹۰۲۰۰۰
		کوریا	۶۵۵۰۰۰
		ملایا	۱۷۸۰۰۰
		سیلون اور ہندوستان	۱۱۸۷۰۰۰
		برما	۱۳۴۰۰۰
		جاپان	۵۴۱۰۰۰
		ایران و عراق	۶۹۰۰۰
		فلسطین و شام	۳۸۰۰۰
۳- افریقہ	۵۰۹۰۰۰		
۴- جنوبی امریکہ	۴۴۳۰۰۰		
۵- کینیڈا اور نیوفاونڈ لینڈ	۲۷۶۰۰۰		
۶- نیوزی لینڈ	۲۵۰۰۰		

۷۔ آسٹریلیا ۱۷۲۰۰۰

۸۔ برطانیۂ عظمیٰ ۸۵۵۴۴۸

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ یورپ میں بائیبل کی اشاعت گھٹ رہی ہے۔ اسپین، فرانس، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، بلجیم، جرمنی، زیکوسلوواکیا، یوگوسلیویا، یونان، لتھوانیا، فلینڈ اور خود بائیبل سوسائٹی کے گھر یعنی جزائر برطانیہ کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ سال گذشتہ کے مقابلہ میں ہزاروں کی کمی ہوئی ہے لیکن مشرقی ممالک میں بیشتر ایسے ہیں جو گذشتہ سال کے مقابلہ میں اس سال بائیبل کے زیادہ خریدار نظر آتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں ۹۵ ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ برما میں ۴۴ ہزار، جاپان میں ۱۵ ہزار، ایران وعراق اور فلسطین وشام میں ۴ ہزار، شمالی افریقہ میں ۶ ہزار، استوائی افریقہ میں ۱۸ ہزار، وسط جنوبی افریقہ میں ۵۵ ہزار، نٹال میں ۳ ہزار، اور کیپ کے علاقہ میں ۸۰ ہزار کی بیشی ہوئی ہے۔

جاپان میں بائیبل کی اشاعت جس رفتار سے بڑھ رہی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ چار پھیری گشتوں نے ایک سال میں تین تین ہزار سے زائد نسخے فروخت کئے، اور ایک کے فروخت کردہ نسخوں کی تعداد تو ۴۵ ہزار تک پہنچ گئی۔

اس سال ۱۱ نئی زبانوں میں بائیبل کا ترجمہ ہوا جن میں سے ۹ زبانیں افریقہ کی ہیں۔ ایک یورپ کی اور ایک اوشیانیا کی۔ اس طرح ان زبانوں کی تعداد ۶۷۸ تک پہنچ گئی ہے جن میں اب تک بائیبل یا اس کے بعض حصوں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

جن نئی زبانوں میں اس سال تراجم شائع کئے گئے ہیں ان کا بھی مختصر حال سن لیجئے۔

نائیجیریا کی کمبری زبان جس کے بولنے والے ۴۵۰۰۰ ہیں۔

نائیجیریا کی ڈاکا زبان جس کے بولنے والے ۲۰۰۰۰ ہیں

استوائی افریقہ کی یاکا " " ۱۵۰۰۰ "

" لمبو " " ۱۵۰۰۰ "

" بابا " جس میں خواندہ لوگوں کی تعداد صرف ایک ہزار ہے

نیکا " جس کو زیادہ تر مسلمان بولتے ہیں۔

سوڈان کی بابی زبان جس کے بولنے والے اسلامی علاقوں سے محصور ہیں۔

حبش کی سیڈاموزبان جس کے بولنے والے ۱۵۰۰۰ ہیں۔

اوشیانیا کی کومینی زبان جس کے بولنے والے ۲۵۰۰ "

یہ اعداد خود اپنی خاموش زبان سے کہہ رہے ہیں کہ دنیا کے دور دراز علاقوں میں اگر کسی زبان کو دو چار ہزار انسان بھی بولتے ہیں تو اس میں بائبل منتقل کر دی گئی ہے تاکہ یہ لوگ خود اپنی زبان میں اس کتاب کو پڑھ سکیں اور مسیحیت کا پیغام سمجھ سکیں۔

پھر یہ بھی نہیں ہے کہ ترجمے محض سرسری طور پر رواروی میں کر دیے گئے ہوں۔ ان میں سے بیشتر تراجم ایسے ہیں جو کئی کئی آدمیوں نے مل کر کیے ہیں۔ بار بار ان کی نظرثانی کی گئی ہے۔ دیسی باشندوں کو خاص طور پر تعلیم دے کر اس لئے طیار کیا گیا ہے کہ ترجمہ اور نظرثانی میں مدد دے سکیں۔

حال میں بائبل کا سب سے اہم ترجمہ وہ ہے جو افریقان بائبل کے نام سے مشہور ہے۔ افریقانی زبان جنوبی افریقہ کی عام زبان ہے۔ اب تک وہاں ولندیزی زبان کی بائبل رائج تھی جس کو عوام نہ سمجھ سکتے تھے۔ بائبل سوسائٹی نے مترجموں کا ایک بورڈ اس زبان میں کتاب مقدس کا ترجمہ کرنے کے لئے مقرر کیا جس نے دس سال کی مسلسل محنتوں کے بعد پچھلے سال اس کام کو مکمل کیا ہے۔ سال رواں میں پہلی مرتبہ اس ترجمہ کے ۲۲۰۰۰ نسخے

طبع کر کے جنوبی افریقہ بھیجے گئے اور سب کے سب فروخت ہوگئے۔ اس ترجمہ کی اشاعت کا اثر یہ ہوا کہ مسیحیت جو جنوبی افریقہ میں مردہ ہوتی چلی جارہی تھی، یکایک جی اٹھی، کلیسا پھر سے بھرنے شروع ہوگئے اور گھروں میں اہل خاندان کے مل کر دعا کرنے کا طریقہ جو قریب قریب موقوف ہوچکا تھا از سر نو جاری ہوگیا۔

اب کچھ تھوڑا سا حال ان لوگوں کا بھی سن لیجیے جنہوں نے دنیا کی مختلف زبانوں میں بائیبل کے ترجمے کئے ہیں۔ ہم ان کی طویل فہرست میں سے صرف چھ مثالیں پیش کریں گے تاکہ یہ داستان زیادہ طویل نہ ہوجائے، اور چند نمونوں سے آپ اس دین پرست جماعت کے جذبۂ خدمت کا اندازہ لگالیں۔

بورنیو کے جنگلوں میں ایک قوم ڈائیک نامی رہتی ہے جس کے چند قبائل سراوک کی ریاست میں آباد ہیں اس قوم کی زبان کا نام بھی ڈائیک ہی ہے۔ اب سے ستر برس پہلے وہاں مبلغین نے کام شروع کیا اور بہت سے خاندانوں کو عیسائی بنا لیا۔ اس وقت تک ڈائیک زبان میں تحریر کا رواج نہ تھا مشنریوں نے ان کے لئے ایک رسم الخط ایجاد کیا مدارس قائم کئے اور اس حد تک تعلیم پھیلادی کہ اب کم از کم ہر گھر میں ایک لکھا پڑھا آدمی موجود ہے اس طرح زمین طیار کرلینے کے بعد بائیبل کا ترجمہ شروع کیا گیا۔ ان کی زبان میں الفاظ کی بہت کمی تھی اور جو تھوڑے بہت الفاظ تھے بھی تو وہ وسیع معانی کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ سالہا سال کی کوششوں کے بعد اس زبان کو اس قابل بنایا گیا کہ بائیبل کے مضامین اس میں ادا ہوسکیں، اور ابھی پچھلے سال اناجیل اربعہ کا مکمل ترجمہ ڈائیک میں شائع ہوا ہے

وسط افریقہ میں ایک زبان بولی جاتی ہے جس کا نام بن ڈو ہے، اس کے بولنے والے بھی بالکل وحشی تھے مشنریوں نے جاکر ان کے درمیان پوری پوری عمریں گذاریں۔ ان کی زبان سیکھی۔ اس کے لئے رسم الخط ایجاد کیا۔ اس کی گرامر مرتب کی۔ قاموس بنائی۔ مدرسے قائم کرکے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ اس کے بعد بائیبل کا ترجمہ شائع کیا

سب سے پہلے لٹریچر کی جس کتاب سے یہ لوگ آشنا ہوئے وہ یہی بائبل تھی اس سے انکے اندر دفعتہ ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی اپنے لوگوں کے بچے جب کتابیں پڑھتے تو ان کے خاندان والے اس عجیب تماشے کو دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے تھے، اور بسا اوقات ایک ایک بچے کی زبان سے پورا پورا گاؤں بائبل سنتا تھا۔ ان مناظر نے پوری قوم میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا۔ اور اس اچھوتی زمین میں مسیحیت کی پہلی ہی تخم ریزی خوب بارآور ہوئی۔

بن ٹو زبان میں بائبل کا پہلا ترجمہ ناقص تھا۔ مشنریوں کے جو بچے اس سرزمین میں پیدا ہوئے تھے، اور جن کے لئے بن ٹو زبان مادری زبان کی حیثیت رکھتی تھی، وہ اب بڑے ہو کر اس ترجمہ پر نظر ثانی کر رہے ہیں۔

مغربی افریقہ میں ساحل سمندر سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ایک قوم رہتی ہے جس کا نام ٹانگالیس ہے ۴۰ ہزار کے قریب ان کی آبادی ہے علم و تہذیب تو در کنار، کپڑوں تک سے ناآشنا۔ زیادہ سے زیادہ لباس جو ان کے ہاں مستعمل ہوتا ہے وہ کچی کھالیں اور تازہ پتے ہیں۔ نہایت مشکل اور بے ڈھنگی زبان بولتے ہیں جس کو قید تحریر میں لانا محال معلوم ہوتا تھا۔ مگر مسیحی مشنری کا جذبہ عمل ان تمام مشکلات پر غالب آگیا۔ ۱۹۲۰ء میں لوقا کی انجیل ان کی زبان میں شائع کی گئی۔ اور ۱۹۳۰ء میں پورا عہد نامہ جدید خود اس علاقہ کے ایک پریس میں چھاپ دیا گیا۔ اس وقت وہاں تین مدرسے قائم ہیں۔ خود وہیں کے چند آدمی جو ابتداءً عیسائی ہو گئے تھے اور جنہیں مشنریوں نے پڑھا لکھا دیا تھا، ان مدرسوں کو چلا رہے ہیں۔ استاد اپنے کھیتوں میں محنت کرتے، اور فرصت کے اوقات مفت تعلیم دینے میں صرف کر دیتے ہیں۔ مدرسوں کی عمارتیں بھی دیسی باشندوں نے خود بنا لی ہیں مشنریوں کو ایک پیسہ اپنے پاس سے صرف کرنا نہیں پڑتا۔

جنوبی افریقہ کے اندرونی علاقوں میں ایک قوم سو ٹو زبان بولتی ہے ۱۸۳۴ء میں ایک نوجوان مشنری اڈولف مابیل نامی اپنی بیوی سمیت وہاں جا کر رہا اور پورے ۴۴ سال وہیں گذار دئے۔ اس نے وہاں ایک

نارمل اسکول قائم کرکے اساتذہ تیار کرنے شروع کئے اس مدرسہ کی ابتدا صرف تین آدمیوں سے ہوئی تھی۔ بعد میں اس سے اتنے اساتذہ تیار ہوئے کہ سارے ملک میں تعلیم دینے کے لئے پھیل گئے۔ پھر اس نے بائیبل اسکول اور دینیات کی تعلیم کا مدرسہ قائم کیا اور ایک مطبع کھولا اور ایک رسالہ نکالا جس کو ابتداءً وہ خود ہی لکھتا اور خود چھاپتا تھا پھر اس نے سات آدمیوں کی مدد سے بائیبل کا ترجمہ شروع کیا، اور بیس سال کی لگاتار محنت کے بعد اس کو مکمل کرکے چھوڑا۔ وہ اپنے حالات میں لکھتا ہے کہ ہر کتاب کا ترجمہ مکمل کرنے کے بعد ہم اس پر کئی کئی مرتبہ نظر ڈالتے اور اگر اطمینان نہ ہوتا تو اس کو ردی کرکے پھر ترجمہ کرتے۔ بعض اوقات ہم کو ایک ایک کتاب کا ترجمہ چار چار مرتبہ کرنا پڑا۔ اس محنت شاقہ کے ساتھ ۱۳ تبلیغی مراکز اور ۱۳ مدرسوں کی نگرانی بھی وہ خود کرتا تھا، رسالے اور پریس کا کام بھی انجام دیتا تھا، اور چار گھنٹے روزانہ پڑھاتا بھی تھا۔

ایک دوسرے شخص ڈاکٹر ایڈورڈ اسٹیر کا کارنامہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ یہ لنڈن یونیورسٹی کا گریجویٹ، قانون کا ڈاکٹر، فن قانون کی مہارت میں سونے کا تمغہ پائے ہوئے تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ بیرسٹری کرے مگر اس نے فلسفہ و الٰہیات کا مطالعہ کیا اور اپنی زندگی مسیحیت کی خدمت کیلئے وقف کر دی ۱۸۶۴ء میں زنجبار کے بشپ ٹوزر کے ساتھ مشرقی افریقہ گیا، اور وہاں ایک مدرسہ جاری کیا جس میں ابتداءً صرف پانچ زنگی لڑکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سواحلی زبان سیکھنی شروع کی جو افریقہ کی سب سے زیادہ عام تجارتی زبان ہے، اور برّاعظم کے اندرونی علاقوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس زبان میں کافی مہارت حاصل کرنے کے بعد اس نے پہلے متی کی انجیل کا ترجمہ کیا جو ۱۸۶۹ء میں لنڈن سے شائع ہوا۔ پھر ۱۸۸۲ء میں وہ پورے عہد نامہ جدید کا ترجمہ لے کر خود انگلستان گیا اور اسے اپنی نگرانی میں طبع کرایا۔ اس کے بعد اس نے عہد عتیق کا ترجمہ شروع کیا مگر عمر نے وفا نہ کی ایک روز اچانک وہ اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا۔ اس کی میز پر ترجمہ کا مسودہ پڑا ہوا تھا اور آئندہ کام جاری رکھنے کے لئے ہدایات لکھی ہوئی موجود تھیں۔

سیموئیل پولرڈ بھی اسی طرح کا ایک صاحب عزم مشنری تھا۔ ۱۸۸۷ء سے چین میں تبلیغ مسیحیت کر رہا تھا۔ ۱۹۰۴ء میں چین کے ایک نیم وحشی قبیلہ میاؤ سے اس کے تعلقات ہوئے اور اس نے ۴۰ برس کی عمر میں ان کی زبان سیکھنی شروع کی۔ ان کی زبان میں تحریر کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اس نے ایک آسان سا رسم الخط ایجاد کیا اور قلیل مدت میں سینکڑوں آدمیوں کو لکھنا پڑھا دیا۔ پھر اس نے عہد جدید کا ترجمہ ان کی زبان میں شروع کیا ۱۹۰۶ء میں مرقس کی انجیل شائع کی۔ ۱۹۱۵ء میں پورا عہد جدید شائع کر دیا آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ قضا کا پیغام آ گیا اپنے حالات میں لکھتا ہے کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی کوئی بات نہیں کہ یہ لوگ سب سے پہلے جس کتاب کو پڑھیں گے وہ مسیح کی کتاب ہوگی"۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسیحیت اپنی کمزوریوں کے باوجود دنیا کے ہر حصہ میں پھیلتی چلی جا رہی ہے، اور آبادیاں کی آبادیاں کلیسا کے دائرے میں داخل ہو رہی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو ظاہر میں سب کو نظر آتی ہے۔ یعنی عیسائی قوموں کی دولت، اُن کے تمدنی اثرات اور ان کی سیاسی طاقت۔ لیکن اس ظاہر کی تہ میں جو ایثار، جو قربانیاں، جو فداکاریاں، جو حیرت انگیز محنتیں اور کوششیں کام کر رہی ہیں، ان کا حال کم لوگوں کو معلوم ہے حالانکہ درحقیقت مسیحیت کے پھیلنے میں عیسائی قوموں کی مادّی طاقتوں کا اتنا حصہ نہیں ہے، جتنا عیسائی مشنریوں کی ان محنتوں اور پرخلوص جدوجہد کا حصّہ ہے۔ اگر ان میں خدمت دین کا یہ زبردست جذبہ نہ ہوتا تو محض دولت اور تمدن اور سیاسی قوت کے بل پر مسیحیت کو کبھی یہ فروغ نصیب نہ ہوتا۔

یہ دنیا دارالعمل ہے۔ یہاں کا قانون یہی ہے کہ جو اپنے مقصد کے لئے جان ومال اور آرام وآسایش کو قربان کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔

غور تو کیجئے کہ ایک مشنری انگلستان جیسے متمدن ملک میں پیدا ہوتا ہے، عیش و عشرت کے ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے، اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ مادی ترقیوں کے امکانات اس کے استقبال کو موجود ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان سب کو چھوڑ کر اپنے وطن سے دور صحراؤں میں انتہا درجہ کی وحشی قوموں کے درمیان جا بستا ہے جہاں کی ہر چیز اس کے مزاج، اس کی عادات اور اس کے ذہنی و جسمانی مالوفات کے بالکل خلاف ہے۔ اس وحشت کی دنیا میں یہ متمدن اور تعلیم یافتہ انسان سال دو سال نہیں تیس تیس اور چالیس سال گذار دیتا ہے۔ جوان جاتا ہے اور بوڑھا واپس آتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کو پھر اپنا وطن دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ وہ ان وحشی قوموں میں اس طرح رہتا ہے جیسے ان ہی میں کا ایک آدمی ہے۔ لگاتار محنتوں سے اُن کے توحش کو دور کر کے ان میں علم کا شوق اور مذہب کا ذوق پیدا کرتا ہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس سے جو زمینیں بنجر پڑی ہوئی ہیں ان میں آبیاشیاں اور تخم ریزیاں کرتا ہے، اور ہزار مرتبہ ناکامیوں سے دوچار ہونے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتا، مایوس نہیں ہوتا، پھر محنت کرتا ہے اور پھر کوشش کرتا ہے۔ کیا یہ قربانیاں اور محنتیں رائگاں جا سکتی ہیں؟ کیا ایسے اولوا العزم اور اپنے مقصد کے پیچھے جانیں لڑا دینے والے لوگ ناکام رہ سکتے ہیں؟ اگر کامیابیاں ایسے لوگوں کے قدم نہ چومیں گی تو کیا ان لوگوں کی قدم بوسی کریں گی جو صرف زبان سے مذہب پر جان دیتے ہیں، مگر اپنے کسی فائدے اور کسی لذت اور کسی لطف کو اس پر قربان کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مسندوں پر گاؤ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔ معتقدوں اور شاگردوں سے خدمتیں لیتے ہیں۔ بہتر سے بہتر کھانے اور عمدہ سے عمدہ لباس، اور اچھے سے اچھے مکان کے بغیر گزر نہیں کر سکتے۔ عقیدتمندوں کے جھگمٹ میں بیٹھ کر تقریریں کرتے ہیں۔ ہر طرف سے احسنت و مرحبا کے شور سنتے ہیں اور اس زندگی کو سمجھتے ہیں کہ یہ دین کی خدمت میں بسر ہو رہی ہے۔

عیسائی تو اس جوش اور خلوص اور محنت کے ساتھ اس کتاب کی خدمت کر رہے ہیں جس کے محرف ہونے کا خود ان کو بھی علم ہے۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے مسیح کا کلام بھی نہیں ہے مسیح کے خاص

حواریوں کا کلام بھی نہیں ہے۔ بلکہ جن کی طرف منسوب ہے ان کی طرف بھی اس کی نسبت مشکوک ہے۔ بخلاف اسکے تمہارے پاس وہ کتاب ہے جس کے خاص کلام الٰہی ہونے کا ہم کو علم اور یقین ہے ہم جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ کتاب رحمت کا منبع اور ہدایت کا سرچشمہ ہے، ہم کو معلوم ہے کہ دنیا جس آب حیات کی پیاسی ہے، اور جس کے دھوکے میں ہر سراب کی طرف دوڑ رہی ہے، وہ دراصل اسی سرچشمہ کا پانی ہے، مگر ہم کو گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھنا چاہیے کہ اس کتاب کے نور کو پھیلانے کے لئے ہم کیا کوشش کر رہے ہیں؟ عیسائیوں میں اڈولف ہابیل اور ڈاکٹر اشیر جیسے سینکڑوں موجود ہیں۔ مگر ہم ان کا سا ایک آدمی بھی نہیں رکھتے۔ عیسائی ۷۶۸ زبانوں میں بائیبل کا ترجمہ شایع کرتے ہیں۔ مگر قرآن مجید کے تراجم ابتک شاید دو درجن سے زیادہ زبانوں میں نہیں ہوئے، اور ان میں بھی بیشتر حصہ عیسائیوں ہی کا ہے۔ عیسائیوں نے جتنے ترجمے شائع کئے ہیں سب مستند اور معتبر ہیں اور ان کی صحت کا اطمینان کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ مگر یہاں اردو اور فارسی کے سوا کسی زبان میں بھی کوئی قابل اطمینان ترجمہ نہیں ہو سکا ہے۔ عیسائیوں نے ان زبانوں تک میں ترجمے کر ڈالے ہیں جن کے بولنے والے ہزاروں سے زیادہ نہیں ہیں۔ مگر ہم نے ابھی تک ان زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ نہیں کیا جن کے بولنے والے کروڑوں ہیں۔ حد یہ ہے کہ ہم نے آج تک انگریزی زبان میں بھی کوئی صحیح اور معتبر ترجمہ شایع نہیں کیا، حالانکہ ہمارے پاس اس کے ذرائع کا فقدان نہیں ہے، اور اغیار تو درکنار خود ہماری اپنی ملت کے ہزاروں تعلیمیافتہ اشخاص اس ترجمے کے حاجتمند ہیں، عیسائیوں نے وحشی زبانوں تک کو خاص بائبل کے ترجمے کے لئے ادبی اور تعلیمی زبان بنا دیا۔ مگر ہم نے ان زبانوں کو بھی قرآن کے علم سے بہرہ مند نہ کیا جو پہلے سے ادبی اور تعلیمی زبانیں ہیں۔ اس تفاوت عظیم کے باوجود اگر آج اسلام مسیحیت کا کامیاب مقابلہ کر رہا ہے اور اکثر میدانوں میں اسے شکست دے رہا ہے تو یہ صرف اس لئے ہے کہ اسلام کو مسیحیت پر بالذات فوقیت حاصل ہے۔ رہے مسلمان اور مسیحی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خدمت دین کے لحاظ سے مسیحی مسلمان کے مقابلہ میں ہزار درجہ بلکہ لاکھ درجہ زیادہ بڑھا ہوا ہے۔